قرآن مجید کی رفعت وعظمت قلوب واذہان میں جاگزیں کرنے والا
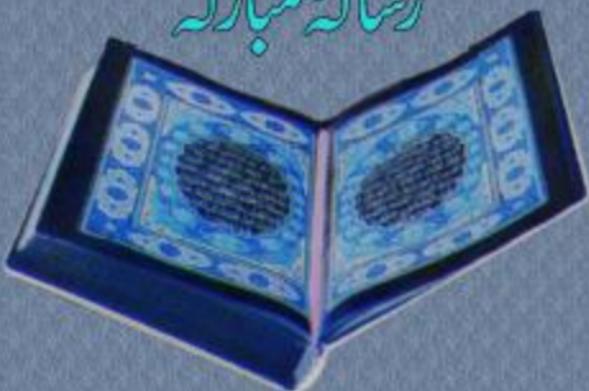
قرآنِ مجید کے آدابِ تلاوت

از رشحاتِ قلم

علّامہ پیر سیّد نصیر الدّین نصیر گیلانی

سجّادہ نشین آستانہ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

تمام پڑھنے والوں سے عاجزانہ درخواست ہے کہ میرے بچوں کی صحت اور تندرستی کیلئے دعا فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہر مصیبت اور پریشانی سے نجات عطا فرمائے۔ آمین

نیاز مند۔ فاروق حسین گولڑوی

قرآنِ مجید کے آدابِ تلاوت

گر تو میخواھی مسلماں زیستن
نیست ممکن جُز بہ قرآں زیستن

قرآنِ مجید کی تلاوت مسلمان کے لیے بلاشبہ لازوال برکات کی ضمانت ہے۔ اِس کا ایک ایک لفظ قلبی سکون، ذہنی ارتقاء اور روحانی بالیدگی کا سامان ہے۔ خالق ارض وسماوات کا یہ وہ آخری پیغام ہے جو پیغمبر آخرالزّماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے سنوایا گیا۔ فضائل قرآن اور معارفِ قرآن پر بحث کرنا معمولی کام نہیں، بلکہ یہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو انسان کے دائرۂ استطاعت سے باہر ہے۔ بہر حال حضور سیّدِ عالم ﷺ کے توسّطِ جلیلہ سے اِس کا جس قدر عرفان امّت کو عطا کیا گیا، اُن حدود وقیود میں رہتے ہوئے آیاتِ بیّنات کی توضیح وتشریح کی اجازت ہے۔ دنیا کے تمام علوم وفنون قرآنِ مجید کے خدّام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن وسنّت کے علاوہ دنیا کا کوئی علم بھی مقصود بالذّات نہیں۔ قرآنی فیصلے اٹل ہیں، جبکہ دنیا کا اور کوئی علم ایسا حتمی نہیں۔ قرآنِ کریم لفظاً اور معناً وحیِ الٰہی ہے، جس کے کسی ایک لفظ پر بھی شک وشبہ کرنا، مُوجبِ کفر وضلالت ہے۔ جس طرح اس کی تفہیم کے آداب وقواعد ہیں، اسی طرح اس کے آدابِ تلاوت بھی ہیں۔ ہر آیت معنوی خاصیات کی حامل ہے جس کی تلاوت سے ظاہری وباطنی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ حصولِ مقاصد کے بجائے اگر محض رضائے الٰہی اور جلائے باطن کے لیے اس کی تلاوت کی جائے تو بہتر ہے۔

قرآن مجید کے بعد حضور سیّدِ عالم ﷺ کے وہ دعائیہ الفاظ جو حاجات طلبی کے لیے بارگاہِ ایزدی میں عرض کئے گئے، حصول مقاصد کے لئے اکسیر مجرب کا درجہ رکھتے ہیں۔ انھیں ادعیۂ ماثورہ کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اچھی آواز اور صحتِ مخارج کے ساتھ پڑھنا ایک بہت بڑا اعزاز ہے، مگر دکھاوے اور نمائش کے لئے ایسا کرنا موجبِ عذاب ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ رُبَّ تَالِ القرآن والقرآنُ یلعنُہٗ بہت سے تلاوتِ قرآن کرنے والے ایسے ہیں، جن پر قرآن لعنت کرتا ہے۔ لحنِ عرب میں اس کا پڑھنا کچھ اور ہے اور راگ رنگ کی صورت میں تلاوت کرنا آدابِ تلاوت کے خلاف ہے۔

قارئین! یہاں ہم قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے آداب و کیفیات سے متعلق بحوالۂ مُسند حضرت سعد بن ابی وقاص ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔ عن عبد الرحمٰن بن السائب قال . قدم علینا سعد بن مالك بعد ما كف بصرہٗ فاتیتہٗ مسلّماً وَ انتسبتُ لہٗ ـ فقال ـ مرحباً ابن اخی ـ بلغنی انّك حسن الصوت بالقرآن . سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلّم یقول : ان هذا القرآن نزل بحزن فاذا ءقراه تموه فابكوا ، فان لم تبكوا ، فتباكوا ، وتغنّو بہٖ ، فمن لم یتغنّ به فلیس منّا ۔ ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن سائبؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس سعد بن مالکؓ تشریف لائے، جبکہ آپ کی بینائی ختم ہو چکی تھی (یعنی نابینا ہو چکے تھے) پس میں نے آپؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور اپنا تعارف والد صاحب کے حوالے سے کرایا۔ تو آپ نے فرمایا کہ مرحبا اے میرے بھتیجے! مجھے پتہ چلا ہے کہ تُو قرآن شریف بہت خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھتا ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک قرآن غم کی کیفیت کے ساتھ نازل ہوا، پس جب تم اس کی

قرأت (تلاوت) کروتو رو کر پڑھو۔اگر تمہیں رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو (یعنی بتکلف روؤ) اور اسے غمزدہ کیفیت کے ساتھ خوبصورت آواز میں پڑھو۔پس جس شخص نے اس کو اچھی آواز اور غم کی کیفیت کے ساتھ نہ پڑھا، پس وہ ہمارے طریقہ پر نہیں (ملاحظہ ہو مسند ابی یعلیٰ جلد۲،ص۴۹،۵۰مطبوعہ بیروت)محولہ بالا حدیث شریف میں آپ نے تلاوتِ قرآن پاک کرنے میں تغنّی کا حکم فرمایا ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تغنّی کا کیا معنیٰ ومفہوم ہے۔چنانچہ ہم یہاں وہی وضاحت کرتے ہیں جو اِسی مسندِ ابو یعلیٰ کے حاشیے پر کی گئی ہے۔

لکھتے ہیں۔ و قد وردالتّغنّی بالقرآن عن اکثر من صحابی و تعددت الاقوال فی معنی التغنّی قال ابن الجوزیؒ : " اختلفو فی معنیٰ قولهٖ یتغنّی علیٰ اربعة اقوالٍ أحد ها تحسین الصّوت والثانی الاستغناء، والثالث التحزّن ۔ قاله الشافعی ۔ والرابع : التشاغل به " وَ أضاف الحافظ فی الفتح اقوالًا أُخرٰی ، ثمّ قالَ " والحاصِلُ انّه یُمکِن الجمع بین أکثرِ هذهِ الاقوالِ والتاویلات المذکورةِ ، وهُوَ انّه یحسن بهٖ صوتهٗ ، جاهراً بهٖ ، متر نّماً علیٰ طریق التحزّن ، مستغنیاًبهٖ عن غیره من الاخبارِ طالباًبهٖ غنی النفس، راجیاً بهٖ غنی الیَدِ وقد نظمت ذٰلك فی بیتین:

تغن بالقرآنِ ، حسن به الصّو

ت خزینا ، جاهرًا ، مترنّم

وستغن عن کتب الْالی طالباً

غنی ید ، والنص ، ثم الزمِ

مفہوم: اکثر صحابہؓ سے تغنّی بالقرآن کی روایت آئی ہے اور اس بارے متعدد اقوال ہیں کہ تغنّی کا معنٰی کیا ہے؟ علامہ ابن جوزیؒ نے فرمایا کہ علمائے محققین نے اس کے معنٰی میں اختلاف کیا اور پھر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس بارے میں چار اقوال ہیں:

1۔ آواز کو خوبصورت بنانا یعنی اچھی آواز سے تلاوتِ قرآنِ حکیم کرنا۔

2۔ دنیا و مافیہا سے بے تعلّق و بے نیاز ہو کر تلاوتِ قرآنِ پاک میں محو اور مگن ہونا۔

3۔ غمزدہ ہو کر حزن وملال اور درد و سوز کی کیفیت میں ڈوب کر تلاوتِ قرآن کریم کرنا (یہ قول امام شافعیؒ کا ہے)

4۔ ہر طرف سے دھیان ہٹا کر مکمل مشغولیت قرآن پاک کے ساتھ رکھنا۔

حافظ ابن جوزیؒ نے ''الفتح'' میں کچھ دوسرے اقوال کا بھی اضافہ کیا اور پھر نتیجتاً فرمایا کہ اگر اِن مذکورہ تاویلات کو جمع کیا جائے تو اِن سب کا ماحصل یہ نکلتا ہے اور اِن میں تطابق یوں پیدا ہوتا ہے کہ تلاوتِ کلامِ مجید کرنے والا خوش الحانی، اُونچی آواز اور مترنّم انداز کے ساتھ حزن وملال کی کیفیت پیدا کرتے ہوئے تلاوت کرے اور دورانِ تلاوت ہر طرف کے معاملات و اخبار سے بے پرواہ ہو کر بیٹھے اور کلامِ پاک کی تلاوت سے اپنی طبیعت میں غنا کی طلب کرے اور ہاتھ کے غنا کی اُمید رکھے۔ لہٰذا میں نے اِن تمام باتوں کو درج ذیل دو شعروں میں جمع کر دیا ہے۔ آگے اِسی حاشیہ میں ہے وقال: ولا شك ان النفوس تميل الىٰ سماع القرأت بالترنّمُ اكثر من مَيلها لمن لا يترنّمُ لانّ للتطريب تاثيرًا في رقّة القلب ، واجراء الدّمع۔

یعنی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اکثر طبائع ترنّم کے ساتھ کی جانے والی تلاوت کی طرف جتنی رغبت رکھتے ہیں، اُتنی رغبت بغیر ترنّم کی جانے والی تلاوت سے نہیں رکھتے۔ اِس

لیے کہ یہ فطری تقاضا ہے کہ جب طبیعت کو لطفِ وافر محسوس ہو تو رقتِ قلب بھی طاری ہو جاتی ہے اور ساتھ ساتھ آنسو بھی جاری ہو جاتے ہیں ۔ اِس حدیث شریف کے آخر میں امام الانبیاء ﷺ نے جو ارشاد فرمایا کہ ''لیس منّا ''اِس کا مفہوم یہ ہے کہ لیس من العاملین بسنّتنا الجارین علیٰ طریقتنا یعنی وہ شخص ہماری سنّتوں پر عمل کرنے والوں اور ہمارے راستے پر چلنے والوں میں سے نہیں ہے۔

قارئین ! مندرجہ بالا حدیث شریف اور اِس پر محدّثین وفقہائے کرام کے تبصرے اور تشریحات سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت غمگین اور درد آمیز لہجے میں کی جائے کیوں کہ قرآن کریم کا نزول بھی حزن وغم کی کیفیات لے کر ہوا۔ یہاں ایک بات قابلِ ذکر سمجھتا ہوں کہ میں جب اعراس کی محافل میں قرأت وتجوید میں اپنے استادِ محترمؒ حضرت قاری محبوب علی لکھنویؒ کے ساتھ تلاوت کرتا تو میرے استادِ محترم اکثر رویا کرتے تھے اور بعض اوقات تو جب وہ کوئی آیتِ کریمہ بلند آواز میں پڑھتے تو اختتامی لمحات میں اُن کی آواز بھرّا جاتی تھی اور دورانِ تلاوت مسلسل ہچکیاں بندھ جاتیں اور آنسو جاری رہتے ۔ اللہ اللہ کیا لوگ تھے۔ وہ حسنِ صوت سے زیادہ مخارج کی تصحیح پر زور دیا کرتے ۔ پڑھنے والوں کے ساتھ سننے والوں کا بھی یہی عالم ہوتا۔ قرآن کی صدا کے عنوان کے تحت، میری درج ذیل رباعی کچھ اِسی مضمون کی ہے ۔

پیشِ نظر اِس امر کو رکھتا کوئی
اسبابِ نزول بھی سمجھتا کوئی
قرآن سمجھ کر پڑھ رہے ہیں سب لوگ
قرآن سمجھ کے کاش پڑھتا کوئی

مجھے یاد ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے عرس کی آخری محفل میں تلاوت کر رہا تھا۔ جب میں نے وقف کیا تو زور سے ''اللہ'' کی آواز آئی۔ اگرچہ وہ میرے لڑکپن کا دور تھا اِس لیے مجھے اِن کیفیات کا ادراک نہیں تھا اِس کے باوجود مجھ پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ میرا سارا وجود لرزنے لگا اور مَیں چند لمحوں کے لیے حواس باختہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ یہ شخصیت حضرت حافظ معشوق علی خان رامپوریؒ کی تھی، جو میرے ساتھ بیٹھے روتے جا رہے تھے۔ یہ منظر میرے جدّ امجد حضرت قبلہ بابوجیؒ دیکھ رہے تھے۔ میں نے بارہا مجلس میں دیکھا کہ حضرت بابوجیؒ پر بھی سماعتِ آیات کے وقت کیفیتِ گریہ اور ہیبتِ الٰہیہ طاری رہتی۔ یہ بات نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب تک میر مجلس پر کیفیتِ جذب طاری نہ ہو اور وہ قرآن کے آدابِ سماعت سے بھی پوری طرح آشنا نہ ہو تو محفل پر کیا خاک اثر پڑے گا آج کل تو معاملہ اِس کے برعکس ہے۔ نہ وہ پڑھنے والے رہے اور نہ وہ سننے والے۔ اب تو قرآن مجید کی تلاوت آغازِ محافل کی ضرورت کی حد تک رسماً کی جاتی ہے۔

مَیں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے دور میں پشاور کے قاری غلام محمدؒ جب نماز میں تلاوت کرتے تو خود بھی روتے اور مقتدی بھی زار و قطار رو دیا کرتے تھے۔

میرے خیال میں حسن صوت سے زیادہ تلاوتِ قرآن کا تعلق انسان کی داخلی کیفیات سے ہے۔ ہم نے بڑے بڑے خوش الحان قُرّاء کی تلاوت کو سنا ہے۔ مگر اُن کی تلاوت سے دل پر اتنا اثر نہیں ہوا۔ لیکن جب بعض ایسے حضرات کو پڑھتے سنا جن کی آواز میں کوئی خاص ترنم بھی نہ تھا، مگر اُن کی ادائیگی لفظ اور للّٰہیت کے جذبے نے دنیائے دل کو زیروزبر کر کے رکھ دیا آج کل محافل میں اکثر قُرّاء داد وصول کرنے کے لیے جس انداز اور جس زیر و بم سے قرآن پڑھتے ہیں، یہ سلف صالحین کے طریقۂ تلاوت سے یکسر مختلف ہے۔ ایسی نمائشی تلاوت کے

لیے احادیثِ نبویہؑ میں وعید وارد ہے۔ جیسا کہ سابقاً حضرت امام شافعیؒ اور دیگر اکابر کے اقوال کے تحت قرآن مجید کی تلاوت کے سلسلے میں تشریح نقل کی گئی ہے۔ اُس سے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچتا ہے کہ (اوّل) قرآن مجید کی تلاوت کے وقت آواز کی عمدگی کو ملحوظ رکھنا چاہیے یعنی پڑھنے والا جس قدر عمدہ پڑھ سکے، پڑھے۔ (دوم) دنیا و مافیہا سے لاتعلق ہو کر پوری یکسوئی سے تلاوت میں مگن ہو۔ (سوم) غم اور حزن و ملال کی کیفیت میں ڈوب کر تلاوت کرے۔ (چہارم) ہر طرف سے دھیان ہٹا کر تلاوت میں مشغول اور منہمک ہو۔

قارئین! کیا اِس دور میں آپ کو ایسے قراء اور ایسے مخلص قرآن خواں حضرات کہیں نظر آتے ہیں؟ یقیناً آپ کا جواب نفی میں ہوگا۔ تو پھر آیئے! ہم آج سے یہ عہد کریں کہ ہم دیگر وظائف خوانی کے بجائے اپنا زیادہ سے زیادہ وقت نہ صرف قرآن خوانی پر صرف کریں گے بلکہ اِس کے ساتھ ساتھ قرآن فہمی کی بھی پوری کوشش کریں گے۔ تدبّر فی القرآن کی تلقین کے سلسلے میں میری درجِ ذیل رباعی پڑھ لیجئے۔

کچھ راہِ عمل بھی چل روایت ہی نہ کر
احسان بھی کچھ مان، شکایت ہی نہ کر
آیات کے کچھ نہ کچھ معانی بھی سمجھ
قرآن کے لفظوں کی تلاوت ہی نہ کر

تدبّر نزولِ قرآن کا حقیقی منشاء و مدّعا ہے۔ اور قرآن مجید میں متعدد مقامات پر تدبّر فی القرآن کا حکم دیا گیا اور جہاں کہیں تدبّر و ترنّم جمع ہو جائیں تو پھر معاملہ نور' علیٰ نور والا ہو جاتا ہے۔ حدیثِ مذکورہ کے مطابق خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھنا ایک عظیم نعمت ہے۔ ایک فرمانِ نبوی میں ہے کہ قَالَ صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم اَلماھرُ بالقرآن مع

الکرامِ البَرَرَۃ و زَیِّنُوا القرآنَ باَ صواتِکم ۔ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’قرآن مجید کا ماہر شخص (اچھی طرح حفظ اور خوبصورت کھری تلاوت کرنے والا) مرتبے کے لحاظ سے سرداروں، نیکو کاروں (ملائکہ کرام) کے ساتھ ہوگا اور تم قرآن مجید کو اپنی خوش الحانی کے ساتھ مزید خوبصورت بناؤ‘‘۔

قرآن پڑھنا ایک عظیم نعمت ہے۔ چنانچہ کتب فقہ میں امام کی شرائط میں یہ امر بہ طورِ خاص مذکور ہے کہ جس کی آواز خوبصورت ہو وہ امام بنے۔ تاکہ لوگ قرآن سن کر جوق در جوق نماز کے لیے حاضر ہوں۔ جو آواز شوق انگیزی کے بجائے اُلٹا دل میں نفرت اور بے ذوقی پیدا کرے، ایسے شخص کی امامت ناموزوں ہے۔ فقۂ حنفی کی معتبر کتاب دُرِّ مختار جو تنویر الابصار کی شرح ہے، میں متن اور شرح کی عبارت یوں ہے۔ والاحقُ بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوۃ ۔ثم الاحسنُ تلاوۃ و تجویدًا للقرء ۃ.....الخ۔

ترجمہ: امامت کا زیادہ حق دار احکامِ نماز کا زیادہ علم رکھنے والا پھر اُس کے بعد وہ شخص جو تجوید و قرأت کے لحاظ سے تلاوت خوبصورت کرسکتا ہو۔ اِسی کی تشریح علامہ شامیؒ ردّ المحتار میں یوں فرماتے ہیں و معنی الحسن فی التلاوۃ ان یکون عالماً بکیفیۃ الحروف والوقف وما یتعلق بھا ۔ ترجمہ: تلاوت میں خوبصورتی کا معنٰی یہ ہے کہ وہ (امام) حروف کی کیفیات (مخارج وصفات) رموزِ اوقاف (وقفہ کرنا) اور دیگر متعلقہ امورِ تلاوت کا جاننے والا ہو۔ وما یتعلق بھا کو اگر بہ نظرِ غائر دیکھا جائے تو حسنِ صورت اور کیفیتِ حزن وخوف کا مفہوم بھی اِس میں موجود ہے۔ ہونے کو تو ایک فاسق فاجر کے پیچھے بھی نماز ہوجاتی ہے۔ مگر بے ذوق اور کریہہ الصّوت آدمی کی اقتداء میں نماز ادا کرنا کوئی سنت بھی تو نہیں۔ حضرت سعدیؒ نے ایک ایسے ہی قاری صاحب کی تلاوت سنی تھی، جس کا ذکر

انہوں نے گلستاں میں بطورِ خاص کیا اور آخر میں فرمایا۔

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی
ببری رونق مسلمانی

کہ اگر تُو قرآن اِسی طرح پڑھے گا جیسا کہ پڑھ رہا ہے تو یاد رکھ کہ لوگوں کی رہی سہی مسلمانی کو بھی لے بیٹھے گا۔ آج کل قرآن مجید کی تلاوت کے سلسلے میں انتہائی غفلت برتی جا رہی ہے۔ دنیاداروں، امیروں، وڈیروں، جاگیرداروں اور عوام کا تو ذکر ہی کیا اب تو انتہائی مذہبی لوگ بھی تجوید و ترتیل کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے سے محروم ہیں، جن میں ملک کے نامور علماء و مشائخ پیرزادے اور علماء زادے بھی شامل ہیں۔ ایک مسلمان کے پاس سب سے بڑی دولت قرآنِ حکیم ہے، اگر کسی سے وہ بھی فنِ تجوید و قرأت کے اصولوں کے مطابق نہیں پڑھا جاتا تو وہ خود بتائے کہ پھر اس کے پاس اور کیا ہے؟

یہاں ایک حدیث شریف اربابِ تحقیق و اصحابِ ذوق کے لیے درج کی جارہی ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ ایک مسلمان کے لیے سب سے بڑی دولت ہی قرآن مجید میں مہارت رکھنا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔ عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قالَ : قَالَ رسُول اللّٰه صلّی الله علیه وآلهٖ وسلّم: لَا تحاسُدَ اِلّا فی اثنتین رَجل" آتاه الله القرآن فهُو یتلو هٗ آناء اللّیل و آناء النّهار فهُوَ یقُولُ : لَو اُو تیتُ مثلَ مَا اُوتِیَ هذا لَفعلتُ کَمَا یفعَلُ ، ورجُل" آتاهُ الله مالًا هُوَ یُنفِقهٗ فی حقّهٖ فیقُولُ: لَو اُو تیت مثلَ مَا اُوتِیَ عَملتُ فیهِ مثل مَا یعمَلُ۔

(جواہر البخاری ص556,555)

ترجمہ: حضرتِ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: فرمایا رسول اللہ ﷺ

نے حسد (رشک) نہ کیا جائے مگر دو شخصوں کے حال پر: ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے علمِ قرآن سے نوازا اور وہ دن رات تلاوتِ قرآن کرتا رہتا ہے۔ پس وہ رشک کرنے والا شخص کہتا ہے کہ اگر مجھے بھی اِس شخص کی طرح علمِ قرآن دیا جائے تو مَیں بھی اِسی طرح (رات دن تلاوتِ قرآن) کیا کروں گا اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مالِ حلال عطا کیا جسے وہ (بھلائی کے کاموں صدقاتِ واجبہ میں) خرچ کرتا ہے تو یہ رشک کرنے والا شخص کہتا ہے کہ اگر مجھے بھی اِس شخص کی طرح یہ نعمتِ مال حلال دی جائے تو مَیں بھی اِس شخص کی طرح (بھلائی کے کاموں میں مال خرچ) کیا کروں گا۔

اِس حدیث سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ جس شخص کو علمِ قرآن کی دولت سے نوازا جائے اور وہ دن رات اُس کی تلاوت بھی کرے وہ قابلِ رشک ہے لیکن جس شخص کو اِس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز بھی کیا جائے اور وہ پھر بھی خوابِ غفلت میں ڈوبا رہے اور تلاوتِ قرآن کو اپنے شب و روز کا معمول نہ بنائے وہ شخص قابلِ رشک نہیں قابلِ افسوس ہے۔جس طرح کہ بخیل مال دار قابلِ افسوس اور قابلِ صد مذمت ہے۔

کاش ہمارا نعت خواں طبقہ جس طرح نعت خوانی پر اپنی قوت صرف کرتا ہے اگر یہی قوت وہ قرآن خوانی اور قرآن فہمی پر صرف کرتا تو اللہ و رسول (عز و جل و ﷺ) زیادہ خوش ہوتے نعت گوئی اور نعت خوانی یقیناً ایک سعادت بھی ہے اور پھر ایک مسلمان کا ذوق اظہارِ نسبت بھی۔مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ قرآن خوانی اور قرآن فہمی سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ صرف طبعی ذوق بلکہ سنتِ دائمہ اور خلاصۂ تعلیمات بھی ہے۔چونکہ حضورؐ کے ذوق اور تعلیمات کا درجہ ہمارے اذواق سے کہیں افضل و اعلیٰ ہے لہٰذا مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ آپؐ کے ذوق کو بہر حال ترجیح دیتے ہوئے آپ کی سنت کے مطابق قرآن خوانی اور

قرآن فہمی کا زیادہ سے زیادہ ذوق پیدا کریں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے نعمتِ خوش الحانی سے نوازا ہو، وہ اس پر غرور کرنے کے بجائے اللہ کا شکر ادا کرے کہ وہ قرآن مجید پوری فنی باریکیوں کے ساتھ نہ صرف پڑھ سکتا ہے، بلکہ اپنے سامعین کو بھی قرآن مجید کے قریب لانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ قُرّاء وحفاظ کو چھوڑ کر آج کے مذہبی اور روحانی حلقوں کا یہ عالم ہے کہ اکثر مولوی اور پیر اونچی آواز میں قرآن نہیں پڑھ سکتے۔ کیوں کہ اونچی آواز میں پڑھنے سے عُیوبِ تلاوت ظاہر ہوتے ہیں۔ لہٰذا یا تو علیحدگی میں پڑھتے ہیں یا خاموشی کے ساتھ۔ یہ سب کچھ کیوں ہے؟ ایسا اس لیے ہے کہ آج ہم اپنے گھروں میں اپنے بچّوں کو صرف رسمی حد تک قرآن پڑھنا سکھانے پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ قرآن سے ہماری لاتعلقی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اگر ہم خود اپنے حق میں قرآن خوانی کے سلسلے میں مطمئن ہوتے تو برسرِ عام پڑھ سکنے میں فخر محسوس کرتے اور اپنی اولاد کو بھی اِس میدان میں اتارتے ہوئے فخر محسوس کرتے۔ لیکن آج کے اکثر مسلمان ترنّم میں شعر پڑھ لینے کو اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھتے ہیں، مگر افسوس کہ قرآنِ مجید کو سنّتِ نبوی کے مطابق صحیح مخارج اور پھر لحن عرب میں پڑھنے کو فخر کا باعث اور مسلمان کی پہچان نہیں سمجھتے۔

خوش آوازی بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے لیے حضور علیہ السلام نے اُن کی آواز کی تعریف فرماتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے کہ تجھے داؤد علیہ السلام کے مزامیر دیئے گئے۔ جیسا کہ سابقاً عرض کیا گیا کہ حسن صوت بلاشبہ بہت بڑی دولت ہے، بلکہ ایک اعجاز ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا کیا تھا اور پھر اسی آواز کی روشنی میں دنیائے موسیقی میں آواز کو سُر کا نام دیا گیا۔ رفتہ رفتہ یہی آواز باقاعدہ ایک فن کی صورت میں دنیا کے سامنے آئی اور اُسے اہلِ علم نے موسیقی کا نام دیا۔ سُر اور آواز ایک بہت بڑا جادو ہے۔ اِس کی جسے سمجھ آجاتی ہے وہ بڑا خوش نصیب اور اپنی دنیا میں مگن انسان ہوتا ہے۔ آخر

میں خوش آوازی کے سلسلے میں حضرت مولٰنا جامیؒ کا ایک لطیفہ نقل کرتا ہوں، جس سے مولٰنا کے ذوق لطیف اور آواز کی دنیا سے اُن کے تعلق کا پتہ چلتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ مولٰنا جامیؒ کا سلسلۂ طریقت نقشبندی تھا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ طبعاً چشتی نظامی تھے، جس کی دلیل یہ ہے کہ اُن کی تصانیف کی فہرست میں ایک ایسا رسالہ بھی شامل ہے جس کا نام رسالۂ موسیقی ہے۔ اِس رسالہ میں آپ نے مختلف ملکوں میں مختلف آوازوں، راگوں اور اُن کے تہذیبی رجحانات پر بحث کی ہے۔ خیر ہُوا یوں کہ جب مولٰنا جامیؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے سرہانے دو قاری سورۂ یٰسٓ پڑھنے بیٹھ گئے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے کہ من قرا یٰسٓ ابتغاً فاقرؤ وھا عنذ موتا کم سکرات الموت کے وقت سورۂ یٰسٓ اِس لئے پڑھی جاتی ہے تا کہ مسلمان کی روح جلدی اور آسانی سے پرواز کر سکے۔

بقول علامہ اقبالؒ ؎

بہ آیاتش ترا کارے جز ایں نیست
کہ از یٰسینِ اُو آساں بمیری[1]

اب چوں کہ قاری جو مولٰنا کے دائیں بائیں بیٹھے تلاوتِ یٰسٓ میں مصروف تھے۔ بدقسمتی سے دونوں انتہائی بدآواز تھے جب کہ مولٰنا جامیؒ جو سُر کو نہ صرف جاننے والوں میں بلکہ محسوس کرنے والوں میں سے تھے۔ انتہائی پریشان تھے کہ اب میں کیا کروں۔ ایک طرف موت نے گھیر رکھا ہے اور دوسری طرف ان دو بے سُرے یٰسٓ خوانوں نے۔ ایک بار ایک قاری کو

---

[1] قرآن مجید کی آیات سے اے مسلمان! تجھے اس سے زیادہ کوئی تعلق نہیں کہ تو اس میں موجود سورۂ یٰسٓ پڑھ کر جلدی مر جائے یعنی یٰسٓ بھی خود غرضی کے لئے پڑھتا ہے تا کہ موت آسانی سے آ جائے۔ علامہ اقبالؒ نے قرآن مجید سے مسلمانوں کے عدم تعلق کا رونا اس شعر میں رویا ہے۔ منہ

دیکھتے اور دوسری بار دوسرے قاری کو کہ شاید میرے دیکھنے ہی سے شرمندہ ہو کر خاموش ہو جائیں۔ مگر وہ بدستور اُونچا اُونچا پڑھ رہے تھے۔ آخر تنگ آ کر دمِ واپسیں سے کچھ ہی پہلے ایک جملہ ادا فرمایا اور وہ یہ تھا "بس کن بس کن مُردم مُردم" یعنی بس کر بس کر میں مر گیا مر گیا گویا کہ اُن دو ضدّی اور بدآواز قاریوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ اگر تم یٰس خوانی میری موت میں آسانی پیدا کرنے کیلئے کر رہے ہو تو سن لو کہ یٰس شریف کی برکات تو اپنی جگہ مسلّم، مگر میں تو تمہاری بدآوازی کے ہاتھوں مر گیا۔ مولنا یہ فقرہ فرما کر اپنے آخری لمحاتِ حیات میں بھی اپنی طبعی ظرافت اور خوش ذوقی کا ثبوت دے گئے اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ خوش ذوقی اور خوش آوازی ایک آفاقی اور ہمہ گیر حقیقت ہے، جو کسی سلسلہ طریقت کی پابند نہیں۔

یہ روایت نقشبندی حضرات کو بھی دعوتِ فکر دے رہی ہے کہ ذہین وفطین نابغۂ روزگار اور وہ لوگ جنہیں قدرت نے جمالیاتی حس عطا کی ہو وہ خوش آوازی کو نہایت پسند کرتے ہیں کیونکہ حسن صوت کو خود حضور سیّدِ عالم ﷺ بھی پسند فرمایا کرتے تھے اور پھر یہ کہ قرآن مجید میں اِنّ انکرا لاصوات لصوت الحمیر کی نص بھی موجود ہے۔ جو خوش آوازی اور بدآوازی میں خطِ امتیاز کھینچ رہی ہے لہٰذا بقول راقم الحروف۔

زندہ کر دے جو دلِ مردہ کو اعجاز کے ساتھ
پڑھیئے قرآن کو اُس سرمدی[1] آواز کے ساتھ

دعا ہے کہ ربّ کریم ہمیں قرآن مجید پڑھنے، اِس کے سمجھنے اور اس پر پورے خلوص سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ نبی الکریم ﷺ۔

---

[1] کتب تصوّف اور اصطلاحاتِ صوفیاء میں صوتِ سرمدی کا ایک خاص معنیٰ و مفہوم ہے۔ اگر کسی کی وہاں تک رسائی ہو تو وہ اس شعر سے کما حقہٗ محظوظ ہو سکتا ہے۔ ۱۲ منہ